بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارہ ہفدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۵۱۶

یہ سُنکر ابی عمیر نے عرض کی یا ابن رسول اللہ جو شخص گناہِ کبیرہ کرکے نادم نہ ہو وہ مومن کیوں نہیں ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا ایسا کوئی نہیں ہے جو اس بات کا عقیدہ بھی رکھتا ہو کہ گناہ کرنے والا عذاب کا مستحق ہے اور گناہ پر سزا ضرور ملیگی۔ پھر وہ گناہ کرکے نادم نہ ہو۔ پس جب نادم ہوگیا تو یہی اُس کی توبہ ہوگئی۔ اور وہ شفاعت کا مستحق ہوگیا۔ اور جو گناہ کرکے پشیمان نہ ہوگا وہ اصرار کرنے والا سمجھا جائے گا۔ اور اصرار کرنے والے کے لئے بخشش نہیں ہے اس لئے کہ جس گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اُس کے متعلق وہ عذاب پر ایمان نہیں رکھتا۔ اگر وہ عذاب کا عقیدہ رکھتا ہوتا تو نادم بھی ضرور ہوتا۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ (توبہ و) استغفار کے ساتھ کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا (یعنی قابلِ معافی ہو جاتا ہے) اور اصرار کے ساتھ صغیرہ صغیرہ نہیں رہتا (یعنی کبیرہ ہو جاتا ہے) اب رہا قول باریتعالےٰ لَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روزِ قیامت شفاعت کرنے والے اُسی کی شفاعت کریں گے۔ جس کا دین خدا کو پسند ہوگا۔ اور دین کے معنی یہ ہیں کہ بندہ یہ عقیدہ رکھے کہ اچھے اور بُرے کاموں کی جزا ضرور ملے گی۔ پس جس بندہ کا دین پسندیدۂ خدا ہُوا تو وہ تو اپنے گناہ پر ضرور پشیمان ہوگا اس لئے کہ اُسے اس بات کا یقین ہے کہ روزِ قیامت ہر نیکی و بدی کا نتیجہ ملے گا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۵۱۷

کافی میں ہے کہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے اس آیت کا مطلب دریافت کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جب خدائے تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتار دیا تو اُس وقت آسمان اس طرح بند تھا کہ اُس سے ایک قطرہ پانی کا نہ برستا تھا اور زمین اس طرح بند تھی کہ اُس سے کوئی چیز نہ اُگتی تھی۔ پس جب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تو خدا نے آسمان کو حکم دیا تو بادلوں سے کچھ بوندا باندی ہوئی۔ پھر خدائے تعالےٰ نے دوبارہ حکم دیا تو اُس نے اپنا دہانہ کھول دیا۔ (یعنی خوب پانی پڑا) پھر زمین کو حکم دیا تو اُس سے درخت روئیدہ ہو گئے۔ اور درختوں پر پھل آگئے اور نہریں جاری ہوگئیں۔ پس وہ تو اُن کا بند ہونا تھا اور یہ اُن کا کھلنا ہُوا۔ تفسیر قمی میں ہے کہ کسی نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی۔ حضرتؑ

نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے تو ویسا ہی ہے جیسی اُس نے اپنی صفت خود بیان فرمائی ہے۔ اب رہا عرش خدا وہ پانی پر تھا اور پانی ہوا پر۔ اور ہوا کی کوئی حد محدود نہ تھی۔ اور اُس وقت تک ہوا اور پانی کے سوا کوئی اور مخلوق نہ تھی۔ اور اُس زمانہ میں پانی محض شیریں اور خوشگوار ہی تھا۔ پس جب خدا نے زمین کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو ہواؤں کو چلنے کا حکم دیا۔ ہواؤں کے تھپیڑوں سے پانی جوش مارنے لگا اور موجزن ہوگیا۔ جس کی وجہ سے پانی پر جھاگ پھین آگئے۔ پھر خدا نے اُس جھاگ کو اکٹھا کرکے اُس جگہ جمع کر دیا جہاں خانہ کعبہ بنایا گیا ہے۔ پھر اُن جھاگوں کو پہاڑ بنا دیا اور اُس کے نیچے سے زمین پھیلائی۔ چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (دیکھو صفحہ ۹۷ سطر ۹) پھر خدا نے جب تک اُسے منظور ہوا کسی چیز کو پیدا نہ کیا۔ اور جب یہ چاہا کہ آسمان کو پیدا کرے تو ہواؤں کو چلنے کا حکم دیا۔ ہواؤں کے چلنے سے اور اُنکے جھونکوں سے سمندروں میں تلاطم آیا اور پانی موجیں مارنے لگا جس کے سبب سے پانی پر کف آگیا۔ پھر کف اور موجوں کے درمیان سے بغیر آگ کے دُھواں نکلا۔ اُس دُھوئیں سے خدائے تعالےٰ نے آسمان کو پیدا کیا۔ اور آسمان میں برج اور ستارے اور آفتاب و ماہتاب کی منزلیں قرار دیں اور ان سب کو آسمان میں چلتا کر دیا۔ آسمان کا رنگ ہرے پانی کی مانند سبز ہے اور زمین کا رنگ شیریں پانی کی طرح غبار آلود ہے۔ یہ دونوں زمین و آسمان بند تھے۔ ان دونوں میں دروازے نہ تھے۔ نہ زمین سے کوئی چیز اُگتی تھی نہ آسمان سے پانی برستا تھا۔ پس خدا نے آسمان کو شگافتہ فرمایا یعنی اُس سے پانی برسایا اور زمین کو شگافتہ فرمایا۔ یعنی اُس سے نباتات پیدا کی۔ قول باری تعالےٰ اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا الخ کا یہی مطلب ہے۔ تفسیر برہان میں بروایتِ ابو حمزہ ثمالی اور ابو منصور سے بروایتِ ابو ربیع منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جس سال ہشام بن عبد الملک حج کے لئے گیا اور اُسکے ساتھ نافع غلام عمر ابن الخطاب بھی تھا اُسی سال ہم بھی جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کے ہمرکاب حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ نافع نے جناب امام علیہ السّلام کو رکنِ بیت اللہ کے پاس دیکھا۔ جس حال میں کہ لوگ چاروں طرف سے اُن حضرت پر ہجوم کئے ہوئے تھے تو ہشام سے دریافت کرنے لگا۔ کہ یہ صاحب کون ہیں جن پر لوگ ٹوٹے پڑتے ہیں؟ ہشام نے جواب دیا کہ یہ تو اہلِ کوفہ کا نبی محمد بن علی بن الحسینؑ بن علی ابن ابیطالب ہے۔ نافع نے کہا حضور ذرا دیکھیں کہ میں ان کے پاس ضرور جاؤں گا۔ اور ان سے ضرور وہ مسئلے دریافت کروں گا جن کا جواب سوائے نبی یا فرزند نبی یا وصی نبی کے کسی اور سے نہ بن پڑے۔ ہشام لعین نے کہا اے نافع! (جلد) جا اور سوال کر شاید ان کو خجالت حاصل ہو۔ پس نافع گیا اور آدمیوں پر تکیہ کرکے کھڑا ہوا۔ پھر حضرت کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ اے محمد بن علی! میں نے توریت و انجیل و زبور و قرآن کو پڑھا ہے۔

ان کتابوں میں حلال وحرام کے متعلق جتنے بھی احکام ہیں وہ مجھے سب معلوم ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے چند ایسے سوال کروں جن کا جواب سوائے نبی یا وصی نبی یا فرزندِ نبی کے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ پس حضرت نے سر مبارک بلند کرکے فرمایا جو تیرا جی چاہے دریافت کر۔ پس نافع سوال کرتا جاتا تھا اور حضرت اُس کا جواب دیتے جاتے تھے۔ منجملہ اُن سوالات کے ایک یہ بھی تھا کہ قولِ باری تعالےٰ اَوَ لَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا کی تفسیر بیان فرمایئے؟ حضرت نے ارشاد کیا جبکہ خدائے تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا تو آسمان بھی بستہ تھا کہ وہ ایک قطرہ پانی کا نہ برساتا تھا۔ اور زمین بھی بند تھی کہ کوئی چیز نہ اُگاتی تھی۔ جس وقت اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی تو آسمان کو پانی برسانے کا حکم دیا تو بادلوں سے کچھ بوندا باندی ہوئی۔ پھر دوبارہ حکم دیا اُس وقت بادلوں کے دہانے کھُل گئے (یعنی خوب مینہ برسا) پھر زمین کو حکم دیا تو اُس سے درخت اُگے اور اُن درختوں سے پھل پیدا ہوئے اور نیز زمین پر ندیاں بہ نکلیں۔ پس پہلی حالت تو آسمان وزمین کا بند ہونا تھا اور یہ اُن دونوں کا کھُل جانا ہے۔ یہ جواب سُن کر نافع نے کہا اے فرزندِ رسولؐ (بیشک) آپ نے سچ فرمایا۔ کتاب الارشاد میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بروایتِ علماء یہ مضمون درج کیا ہے کہ عمرو بن عبید جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا کہ سوالات کے ذریعے سے حضرت کا امتحان لے۔ چنانچہ عرض کرنے لگا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں قولِ باری تعالےٰ اَوَ لَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا سے کیا مراد ہے؟ اور یہ رتق وفتق کیا ہے؟ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے اُس سے فرمایا کہ ابتدا میں آسمان بھی بند تھا اُس سے مینہ نہ برستا تھا اور زمین بھی بند تھی کہ اُس سے کوئی چیز نہ اُگتی تھی۔ یہ سُنکر عمرو خاموش ہو گیا۔ اور اُس کو کوئی جائے اعتراض باقی نہ رہی۔ پھر اُس نے دوسری مرتبہ عرض کی کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ قولِ باری تعالےٰ وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی (دیکھو صفحہ ۵۰۵ سطر ۴) میں غضبِ خدا کے کیا معنی ہیں؟ حضرت نے فرمایا غضبِ خدا سے مُراد اُس کا عذاب ہے اور اے عمرو جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ خدا کی حالت میں کچھ تغیّر وتبدّل ہو جاتا ہے وہ کافر ہے۔

قولِ مترجم۔ یہ سُنکر ایسی بولتی بند ہوئی کہ چُپ چاپ چنپت ہوئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۵۲۱

تفسیر قمی میں منقول ہے کہ ہر چند حضرت ابراہیمؑ نے لوگوں پر اپنی حُجت ودلیل قایم کی اور بتوں کی عبادت سے روکنا چاہا مگر اُنہوں نے حضرت کا کہنا نہ مانا۔ جب اُن کا عید کا دن آیا تو نمرود مع اپنے ارکان دولت اور رعایا کے عید منانے کے لئے شہر سے نکلا حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے اُن کے ہمراہ جانے سے کراہت کی تو نمرود نے اُن کو بُت خانہ سپرد کر دیا پس جب وہ لوگ چلے گئے تو ابراہیم علیہ السلام ہر بُت کے سامنے کھانا لے گئے اور ہر ایک سے ارشاد فرمایا لے کھانا کھالے اور اگر نہیں کھاتا ہے تو مجھے جواب دے۔ جب کوئی نہ بولا تو ہاتھ میں بسولا لے کر اُس کے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالے۔ سب کے ساتھ یہی عمل کیا مگر بڑے بُت کو چھوڑ دیا اور بسولا اُس کی گردن میں لٹکا دیا۔ وہ صدر میں دھرا ہوا تھا۔ جب بادشاہ اور لوگ عید سے پلٹ کر آئے تو بُتوں کو ٹوٹا پھوٹا پایا۔ آپس میں کہنے لگے کہ جس نے ہمارے معبُودوں کی یہ گت بنائی ہے بیشک وہ بڑا ظالم ہے۔ (پھر) کہنے لگے ہم نے تو ایک نوجوان کو جس کا نام ابراہیمؑ ہے اور جو آذر کا بیٹا (بھتیجا) ہے۔ اُن کا (بُرا) ذکر کرتے ہوئے سُنا تھا (ہو نہو یہ اُسی کی کرتوت ہے) پس وہ لوگ جناب ابراہیمؑ کو نمرود کے پاس لے گئے۔ نمرود نے آذر سے کہا تو نے مجھ سے خیانت کی اور اس لڑکے کی بھی مجھے اطلاع نہ ہونے دی۔ آذر نے جواب دیا کہ اے بادشاہ یہ کام ابراہیمؑ کی ماں کا ہے۔ اور وہ اپنے اس فعل کی جواب دہی بھی کر سکتی ہے۔ پس نمرود نے جناب ابراہیمؑ کی والدہ کو طلب کر کے پوچھا کہ تو نے اس لڑکے کا حال مجھ سے کیوں پوشیدہ رکھا کہ اس نے ہمارے معبودوں کی گت جو کچھ بھی بنائی بنائی۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ اے بادشاہ میں نے تیری رعیّت کی ہمدردی میں ایسا کیا ہے نمرود بولا اس کا مطلب بیان کرو ہمدردی کیسی؟ والدۂ جناب ابراہیمؑ نے کہا بات یہ ہے کہ جب مَیں نے یہ دیکھا کہ تو اپنی رعایا کی اولاد کو (ناحق) قتل کرتا ہے تو مجھے خیال ہوا کہ اس سے تو لوگوں کی نسل ہی قطع ہو جائے گی۔ پس میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا کہ اگر یہ لڑکا وہی ہے جس کی تلاش میں نمرود ہے تو میں اس لڑکے کو اُس کے حوالے کر دوں گی کہ اُسے قتل کر دے اور لوگوں کی اولاد کے قتل کرنے سے باز رہے اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو ہمارا لڑکا ہمیں مبارک! اے نمرود اب تو نے اسے پا لیا تو اب رعایا کی اولاد قتل کرنے سے ہاتھ روک لے۔ نمرود نے والدۂ جناب ابراہیمؑ کی بات قبول کی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ اے ابراہیمؑ! ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ یہ حرکت تو ان کے بڑے نے کی ہے۔ اب اگر یہ بولتے ہوں تو تم اِن ہی سے پوچھ لو۔ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم بخدا نہ تو اُن کے بڑے بُت نے یہ فعل کیا تھا اور نہ ابراہیم علیہ السلام نے خلافِ واقعہ کچھ فرمایا۔ اِس پر کسی نے سوال کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا ایسے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا مشروط فرمایا یعنی یوں فرمایا کہ اگر یہ بڑا بُت بول سکتا ہے تو یہ فعل بھی اس نے کیا اور اگر نہیں بول سکتا تو اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پس نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کے معاملہ میں اپنی قوم سے مشورہ لیا۔ اُن لوگوں نے کہا کہ اگر تم سے ہو سکتا ہے تو اپنے دیوتاؤں کی مدد کرو اور ابراہیمؑ

کو آگ میں جلا ڈالو۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ فرعون ابراہیمؑ (یعنی نمرود) اور اُس کے مشیر سلطنت بڑے ولد الحرام تھے کہ اُنہوں نے نمرود کو یہ مشورہ دیا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ہ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۲۳ سطر ۱) اور موسیٰ علیہ السلام والا فرعون اور اُس کے ارکانِ دولت ولد الحلال تھے کہ اُنہوں نے جنابِ موسیٰ کے بارے میں یہ رائے دی اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٍ۔ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۰۰ سطر ۵) الغرض ابراہیمؑ کو نمرودِ مردود نے قید کر لیا اور اُن کو جلانے کے لئے (خشک) لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا۔ جب آگ میں ڈلوانے کا دن آیا تو نمرود مع اپنے لشکر کے بستی سے باہر نکلا اور اُس مکان میں آیا جو خاص اس لئے بنایا گیا تھا کہ وہاں بیٹھ کر نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں جلنا دیکھے۔ وہ آگ بیحد تیز تھی جو کوئی پرند اُس پر سے گزرتا تھا تو جل جاتا تھا۔ کسی میں اتنی قدرت نہ تھی جو آگ کے قریب جا کر ابراہیمؑ کو اُس میں ڈال دیتا۔ وہ لوگ حیران تھے کہ کس طرح ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکیں کہ شیطان نمرود کے پاس آیا اور اُس نے ان لوگوں کے لئے گوپھن بنائی۔ جب وہ تیار ہو گئی تو اس میں جناب ابراہیمؑ کو بٹھایا۔ آذر ملعون قریب آیا اور ایک طمانچہ اُس کافر نے رخسارۂ ابراہیمؑ پر مارا اور کہنے لگا اے ابراہیمؑ! اب بھی اپنا باطل عقیدہ چھوڑ دے۔ اُس وقت کوئی چیز ایسی باقی نہ رہی جس نے پروردگارِ عالم کی درگاہ میں جناب ابراہیمؑ کے لئے دعا نہ کی ہو۔ ملائکہ آسمانِ دنیا پر بھیج دئے گئے۔ زمین نے عرض کی خدایا اگر ابراہیمؑ جل گئے تو مجھ پر تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔ ملائکہ عرض کرنے لگے پروردگارا! تیرا خلیل آگ میں جلایا جاتا ہے۔ جناب احدیت سے خطاب ہوا اگر ابراہیمؑ مجھ سے دعا کرے گا تو میں ضرور اُس کے لئے کفایت کروں گا۔ جبرئیلؑ نے عرض کی خداوندا! ابراہیمؑ تیرا خلیل ہے اُس کے سوا زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہے تو نے اُس کے دشمن کو اُس پر مسلط کیا ہے کہ وہ ابراہیمؑ کو آگ میں جلانا چاہتا ہے۔ ارشادِ باری ہوا اے جبرئیلؑ خاموش ہو جا۔ یہ بات وہ کہے گا جو تیری مانند موت سے خوف کرتا ہو۔ ابراہیمؑ میرا بندہ ہے۔ اگر وہ مجھ سے درخواست کرے گا تو میں اُس کی دستگیری کروں گا۔ پس اُس وقت جناب ابراہیمؑ نے یہ کلمات کہے اور دعا مانگی۔ يَا اللّٰهُ يَا وَاحِدُ يَا أَحَدُ يَا صَمَدُ يَا مَنْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ نَجِّنِي مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ (اے اللہ! اے تنہا! اے یکتا! اے بے نیاز! نہ تجھ سے کوئی پیدا ہوا نہ تو کسی سے پیدا ہوا۔ نہ کوئی تیرا ہمسر ہے۔ تو اپنی رحمت سے آتشِ نمرود سے مجھے نجات دے) امام علیہ السلام نے فرمایا پس جبکہ جناب ابراہیم علیہ السلام کو گوپھن میں رکھ دیا گیا تو جبرئیل علیہ السلام نے ہوا میں اُن سے ملاقات کی اور عرض کی اے ابراہیمؑ آیا آپ

کو مجھ سے کوئی حاجت ہے تو بیان کیجئے؟ اُن حضرت نے جواب دیا اے جبرئیلؑ تم سے کوئی حاجت نہیں ہاں خدا سے ضرور ہے۔ پس جبرئیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو ایک انگوٹھی دی جس پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ اَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَى اللهِ وَاَسْنَدْتُ اَمْرِيْ اِلَى اللهِ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَى اللهِ لکھا ہوا تھا (جب وہ جناب آگ میں پہنچے تو) خدائے تعالےٰ نے آگ کو سرد ہوجانے کا حکم دیا وہ اتنی ٹھنڈی ہوگئی کہ سردی سے حضرت ابراہیمؑ کے دانت بجنے لگے۔ پھر آگ سے ارشادِ باری ہوا۔ ابراہیمؑ کو صحیح وسالم رکھ۔ پس جبرئیلؑ حاضرِ خدمت ہوئے اور آگ میں بیٹھ کر اُن جناب سے باتیں کرنے لگے۔ نمرود نے جو یہ واقعہ دیکھا تو کہنے لگا اگر کوئی شخص کسی کو معبود بنائے تو ابراہیمؑ کے معبود جیسے کو اپنا خدا بنائے۔ یہ سُنکر نمرود کے ارکینِ دولت میں سے ایک شخص بولا کہ میں نے آگ کو قسم دے دی تھی کہ ابراہیمؑ کو نہ جلائے۔ اُس کا یہ کہنا تھا کہ آگ سے ایک شعلہ نکلا اور اُسی شخص کو جلا کر خاک کر دیا۔ اُس وقت حضرت لوطؑ بھی حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر ایمان لائے اور ہجرت کرکے شام کی طرف چلے گئے اور نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو اُسی آگ میں ایک سبزا اور شاداب باغ میں ایک مردِ پیر کے ہمراہ باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو آذر سے کہا تیرے بیٹے (یعنی بھتیجے) کا اُس کے پروردگار کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ چھپکلی تو آتشِ ابراہیمی بھڑکانے کے لئے پھونک مارتی تھی اور مینڈک اُس کے بجھانے کے لئے پانی لا لاکے ڈالتا تھا۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جب خدائے تعالےٰ نے آگ کو یہ حکم دیا "كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا" تو ساری دنیا میں تین دن تک آگ نے کچھ اپنا کام ہی نہ کیا۔ پھر خدائے تعالےٰ نے یہ فرمایا وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۲۲ سطر ۳) (اُس وقت سے آگ کام دینے لگی) اس کے بعد خدائے تعالےٰ نے فرمایا وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ٥ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۲۲ سطر ۴) اس آیت میں الارض سے مُراد ملکِ شام اور سوادِ کوفہ ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۵۲۷

العلل میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے۔ جس وقت قائم آلِ محمدؑ ظہور کرینگے تو عائشہ دوبارہ زندہ کی جائے گی۔ وہ جنابؑ اُس پر (حد جاری کریں گے اور) کوڑے لگائیں گے۔ اور دُخترِ رسولؐ جناب فاطمہ زہرا کا اُس سے بدلا لیں گے۔ کسی نے عرض کی عائشہ پر کوڑے کیوں پڑیں گے؟ حضرتؑ نے جواب دیا اس لئے کہ اُس نے حضرت اُمّ المؤمنین ماریہ قبطیہ مادرِ ابراہیمؑ پر تہمت لگائی تھی۔ کسی نے سوال کیا کہ عائشہ پر جھوٹا اتہام لگانے کی سزا حضرت قائمؑ کے لئے خدا نے کیوں چھوڑ دی؟ حضرتؑ نے جواب دیا وجہ یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے جنابِ

محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے اور قائم آلِ محمدؑ کو انتقام اور منافقین سے بدلا لینے والا معین فرمائے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے وقت حضرت جبرئیلِ امین سے یہ دریافت کیا کہ اس رحمت کا حصّہ کچھ تم کو بھی مِلا ہے؟ اُنہوں نے عرض کی جی ہاں مِلا ہے۔ میں ہمیشہ انجام امر سے ڈرا کرتا تھا مگر جب آپ پر ایمان لایا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے کلامِ پاک میں ان لفظوں میں میری تعریف فرمائی ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۙ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ۔ (دیکھو صفحہ ۹۳۷ سطر ۲)۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۷ متعلق صفحہ ۵۳۴

تفسیر قمی میں ابوبصیر سے منقول ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے عرض کیا اے مولا میں آپ پر فدا ہو جاؤں (جنّت کا حال سُنا کر) میرے شوق کو بڑھائیے ا حضرت نے فرمایا اے ابو محمد جنّت کی ادنےٰ نعمت یہ ہے کہ اُس کی خوشبو اتنی دُور سے معلوم ہوگی جتنی مسافت دنیاوی حساب سے ایک ہزار برس میں طے ہو۔ اور اہلِ جنّت کا چھوٹے سے چھوٹا درجہ اتنا ہے کہ اگر اُس میں تمام جن وانس منزل کریں تو بھی اُس کا سامان خورو نوش سب کو کافی ہوگا۔ کوئی چیز کم نہ پڑے گی۔ اور اہلِ جنّت کا ادنےٰ مرتبہ یہ ہے کہ جو شخص جنّت میں داخل ہوگا اُس کے لئے تین باغ کھولے جائیں گے۔ جب وہ نیچے والے باغ میں جائیگا تو وہاں اپنی بیویاں اور خدمت کرنے والے اور نہریں جاری اور ہر قسم کا میوہ پائے گا جس کے دیکھتے ہی آنکھیں اُس کی خنک اور دل اُس کا خوش ہو جائے گا۔ پس جبکہ وہ خدا کا شکر اور اُس کی حمد بجا لائیگا۔ آواز آئے گی (ذرا) اپنا سر اُٹھا کر دُوسرے باغ کو تو دیکھ! کیونکہ اِس میں نعمتوں کا وہ سامان ہے جو پہلے میں نہ تھا۔ پس یہ بندۂ مومن عرض کرے گا۔ اے میرے پروردگار! یہ باغ بھی تو مجھے عطا فرما دے۔ جواب آئیگا اگر مَیں تجھے یہ دے دونگا تو تو مجھ سے اس کے سوا اور باغ بھی مانگے گا۔ وہ عرض کریگا اے میرے پروردگار! بس یہی مجھے دے دے۔ جب وہ بندۂ مومن اُس باغ میں داخل ہو کر خدا کا شکر و حمد بجا لائیگا تو حکمِ خدا ہوگا کہ اِس کے سامنے تیسرے باغ کا دروازہ بھی کھول دو۔ جب وہ آنکھ اُٹھا کے اُس کی نعمتیں دیکھے گا۔ تو اِن دونوں جنّتوں سے چند در چند اسبابِ عیش و نشاط اس میں نظر آئیں گے۔ اُنہیں دیکھ کر بے حد خوش ہوگا اور درگاہِ خدا میں عرض کریگا پروردگارا! تو بیشک سزاوارِ حمد ہے۔ تیری حمد و تعریف کا احاطہ نہیں ہو سکتا کہ تو نے مجھے جنّتوں میں پہنچا کر احسان کیا اور آتشِ ہائے دوزخ سے نجات دی۔ ابوبصیر کہتے ہیں یہ سُن کر میں رونے لگا اور مَیں نے عرض کی کہ اے آقا میں آپ پر قربان ہو جاؤں کچھ اور فرمائیے؟ حضرت نے ارشاد

کیا اے ابو محمد! جنت میں ایک نہر ہے۔ جس کے دونوں کناروں پر نوجوان لڑکیاں اُگی ہوئی کھڑی ہوں گی۔ جب مرد مومن ان میں سے کسی لڑکی کے پاس سے گزرے گا اور وہ لڑکی اُسے اچھی معلوم ہوگی تو اُسے اُکھاڑ لیگا۔ اللہ تعالےٰ اُس کی جگہ دُوسری اور اُگا دیگا۔ ابو بصیر نے عرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں کچھ اور ارشاد فرمایئے۔ حضرت نے فرمایا اے ابو محمد! ہر ایک مومن کے نکاح میں آٹھ سو کنواری لڑکیاں اور چار ہزار شوہر دیدہ عورتیں اور دو حوریں ازواج سے ہونگی۔ میں نے عرض کی اے مولا! میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ اے مولا: کیا آٹھ سو کنواری لڑکیاں ملیں گی؟ حضرت نے فرمایا ہاں۔ جب اُن سے ہم بستری کی جائے گی تو وہ باکرہ ہوں گی۔ میں نے دریافت کیا اے مولا! حوریں کس چیز سے پیدا کی گئی ہیں؟ حضرت نے فرمایا جنت کی نورانی مٹی سے مخلوق ہوئی ہیں۔ اُن کی پنڈلیوں کا گودا ستر حلّوں میں سے بھی نظر آئیگا۔ مومن کا جگر حُور کے لئے آئینہ ہوگا۔ اور حُور کا جگر مومن کا آئینہ ہوگا۔ میں نے عرض کی۔ اے مولا! میں آپ پر فدا ہو جاؤں کیا حوراں جنت جنت میں باتیں بھی کریں گی؟ حضرت نے فرمایا ان کی شیریں بیانی ایسی ہوگی کہ کسی نے بھی نہ سُنی ہوگی۔ میں نے کہا وہ کیا باتیں ہوں گی؟ حضرت نے فرمایا وہ نرم آوازوں سے کہیں گی ہم ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ہمیں کبھی موت نہ آئیگی۔ ہم نازک اندام ہیں۔ سختی ہم میں بالکل نہیں۔ ہم ہمیشہ یہیں رہنے والے ہیں۔ ہم کبھی یہاں سے کوچ نہ کریں گے۔ ہم ہمیشہ خوش مزاج رہینگے کبھی ہم کو غصہ نہ آئے گا۔ خوشحال اُس کا جو ہمارے لئے پیدا کیا گیا اور جس کے واسطے ہم مخلوق ہوئے ہیں۔ ہم وہ ہیں کہ اگر ہمارا گیسو زمین و آسمان کے مابین معلق کر دیا جائے تو دیکھنے والوں کی آنکھیں چکاچوند ہو جائیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۵۳۴

کافی اور العلل میں ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جب حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ اور اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا گیا اور اُس کی تعمیر ختم ہوگئی تو وہ جناب اُس کے ایک رُکن پر رونق افروز ہوئے اور آواز دی ھَلُمَّ اِلَی الْحَجّ یعنی حج کے لئے آؤ اور اگر ھَلُمُّوْا اِلَی الْحَجّ فرماتے تو حج کرنے کو وہ لوگ آتے جو اُس وقت تک پیدا ہو چکے تھے (کیونکہ صیغۂ ھَلُمُّوْا سے خطاب اُن لوگوں سے کیا جاتا ہے جو موجود ہوں) لیکن اُن جناب نے ھَلُمَّ اِلَی الْحَجّ فرمایا (اس لئے کہ صیغۂ ھَلُمَّ کا استعمال عام ہے یعنی جن سے خطاب کیا جائے خواہ بوقت خطاب موجود ہوں یا نہوں) یہ آواز سُنتے ہی لوگوں نے لَبَّیْكَ کہنا شروع کیا یہانتک کہ جو اپنے باپوں کی پُشتوں میں (بصورت نطفہ) تھے اُنہوں نے لَبَّیْكَ دَاعِیَ اللّٰهِ لَبَّیْكَ دَاعِیَ اللّٰهِ کہا۔ پس جس نے دس دفعہ لبیک کہی تھی اُس نے دس حج کئے اور جس نے پانچ مرتبہ

لبّیک کہی تھی وہ پانچ حج بجا لایا اور جس نے جتنی بار لبّیک کہی تھی اُس نے اُتنے ہی حج کئے جس نے ایک دفعہ لبّیک کہی تھی اُس نے صرف ایک ہی حج ادا کیا۔ اور جس نے بالکل لبّیک نہیں کہی تھی وہ حج سے محروم رہا۔

تفسیر بُرہان میں ہے کہ معاویہ بن عمّار نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے وہ جناب فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دس برس تک مدینہ میں قیام فرمایا اور حج بجا نہ لائے۔ پھر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی "وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ" پس حضرتؐ نے موذنوں کو حکم دیا کہ بلند آواز سے اس بات کا اعلان کردیں کہ اس سال جنابِ رسولِ خدا حج کو جائیں گے۔ جو لوگ مدینہ میں موجود تھے وہ اور عوالی کے باشندے اور قرب وجوار کے بدوی سب اس خبر سے آگاہ ہو گئے۔ اور آنحضرتؐ کے ہمراہ حجِ بیت اللہ ادا کرنے کے لئے اس لئے جمع ہو گئے کہ احکامِ خدا کی پابندی دیکھ بھال کے کرسکیں۔ اور جو کچھ حضرتؐ کو کرتے دیکھیں وہی خود بھی بجا لائیں۔ پس جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہٖ چھبیس۲۶ ذیقعدہ کو مدینہ منورہ سے برآمد ہوئے اور ذوالحلیفہ میں پہنچکر بوقتِ زوال حضرتؐ نے غسلِ (احرام) کیا اور مسجدِ شجرہ میں نمازِ ظہر پڑھی۔ وہاں سے حجِّ افراد کے ارادہ سے روانہ ہو کے مقامِ بیداء میں جو پہلے میل کے پاس ہے آئے۔ پس حضرتؐ کے لئے لوگوں کی دونوں طرف سے دو صفیں قائم ہو گئیں۔ اور حجِ افراد کی نیت کر کے لبّیک کہی چھیاسٹھ یا چونسٹھ قربانیاں ہمراہ لیں۔ یہاں تک کہ آخری تاریخ ذیقعدہ کو مکّۂ معظمہ پہنچ گئے۔ جب چوتھی ذی الحجہ آئی تو آنحضرتؐ نے بیت اللہ کا پورا طواف یعنی سات دَور کا طواف کیا۔ نمازِ طواف مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے ادا فرمائی۔ وہاں سے پھر حجرِ اسود کے قریب آئے اور اُس کو بوسہ دیا۔ اس سے پہلے شروع طواف میں بھی بوسہ دے چکے تھے۔ پھر فرمایا کہ صفا و مروہ دونوں (پہاڑیاں) شعائر اللہ (خدا کی نشانیوں) میں سے ہیں پس جو کچھ خدا نے حکم دیا تھا حضرتؐ نے اُسے شروع کردیا۔ مسلمانوں کا بھی یہی گمان تھا کہ صفا اور مروہ کے مابین سعی کرنا خدا کی نشانیوں میں سے ہے پس جو حج کرے یا عمرہ بجا لائے اُسے ان دونوں (پہاڑیوں) کا طواف بھی ادا کرنا لازم ہے۔ پھر حضرتؐ کوہِ صفا پر آئے اور اُس پر چڑھ گئے۔ اور رکنِ یمانی کی طرف مُنہ کر کے خدا کی حمد و ثنا بجا لائے۔ اور اتنی دیر تک حضرتؐ نے دعا مانگی کہ جتنی دیر میں سورۂ بقرہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھی جاسکے۔ پھر وہاں سے اُتر کے کوہِ مروہ پر آئے۔ وہاں بھی مثل کوہِ صفا کے قیام کیا۔ پھر اُس سے اُتر کر صفا کی جانب واپس ہوئے۔ تھوڑی اُس پر توقف فرمایا۔ پھر اُتر کر کوہِ مروہ کی جانب تشریف لائے۔ یہانتک کہ اپنی سعی کو کوہِ مروہ پر ختم کر کے لوگوں کی طرف متوجّہ ہوئے اور حمد و ثنائے باریتعالےٰ ادا کرنے کے بعد پشت

مبارک کی طرف اشارہ کرکے ارشاد فرمایا یہ جبرئیلؑ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ جو کوئی اپنے ہمراہ قربانی نہیں لایا ہے (یعنی جس نے حجِ قران کا احرام نہیں باندھا ہے) وہ احرام کھول ڈالے۔ اگر میں پہلے سے حجِ قران کی نیت کئے ہوئے نہ ہوتا تو جو میں نے تم کو حکم دیا ہے اُس پر بھی عمل کرتا (احرام کھول دیتا) اور حجِ قران بجالانے والے کو قربانی سے پہلے احرام نہ کھولنا چاہیئے امامؑ فرماتے ہیں کہ اُن لوگوں میں سے ایک شخص (یعنی ابن الخطاب) نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! ہم لوگ حج بھی کرنے جائیں اور ہمارا یہ حال بھی ہو کہ غسلِ جنابت کے قطرے ہمارے بالوں سے ٹپکتے ہوں۔ جنابِ رسولِ خدا نے اُس سے فرمایا کہ اے شخص! تو تو کبھی اس حکم پر ایمان نہ لایا۔ پس سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آج ہم نے اپنے دین کو سمجھا گویا کہ آج ہم پیدا ہوئے ہیں۔ یہ جو آپ نے حکم دیا ہے یہ اسی سال کے لئے ہے یا آئندہ کے لئے بھی ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا یہ حکم قیامت تک ہمیشہ کے لئے ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دُوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں ڈال کر فرمایا کہ عمرہ حج میں قیامت تک کے لئے یوں داخل ہوگیا۔ (جیسے ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دُوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں) امامؑ فرماتے ہیں کہ اُسی وقت جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام یمن سے مکّہ میں جنابِ رسولِ خدا کے پاس آ حاضر ہوئے۔ اور وہاں سے جنابِ سیدہ علیہا السّلام کی قیامگاہ پر تشریف لائے تو وہ معصومہؑ اپنا احرام کھول چکی تھیں اور رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام کو خوشبو محسوس ہوئی تو فرمایا کہ اے سیدہؑ! یہ کیا؟ معصومہؑ نے جواب دیا مجھے رسولِ خدا نے یونہی حکم دیا ہے۔ پس جنابِ امیرالمؤمنینؑ دریافتِ حال کے لئے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! فاطمہؑ نے تو احرام کھول لیا ہے اور رنگین لباس بھی پہن لیا ہے۔ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا میں نے اُن لوگوں کو تو یہی حکم دیا ہے مگر یا علیؑ! تم نے کس نیّت سے احرام باندھا ہے؟ حضرتؑ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! میں نے اُسی نیّت سے احرام باندھا تھا جس نیت سے حضور نے باندھا تھا۔ جنابِ رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا تو اے علیؑ! تم اپنے احرام پر برقرار رہو اور تم میری قربانی میں شریک ہو۔ امامؑ علیہ السّلام فرماتے ہیں پھر جنابِ رسولِ خدا مکّہ معظمہ میں زمین بطحےٰ پر اپنے اصحاب سمیت فروکش ہوگئے۔ اور طواف کے لئے برابر آتے جاتے رہے یہاں تک کہ روزِ ترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) آگیا تو آنحضرتؐ نے زوال کے وقت اُن لوگوں کو حکم دیا کہ اب غسل کرکے حج کا احرام پھر باندھیں۔ اور آنحضرتؐ کا یہ حکم خدا تعالےٰ کے اس قول مِلَّةَ اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيمَ کے مطابق تھا۔ پھر آنحضرتؐ اور اصحاب احرامِ حج باندھے لبّیک لبّیک کہتے ہوئے برآمد ہوئے۔ منےٰ تک آئے اور نمازِ ظہر و عصر و مغرب و عشا و نمازِ فجر

منٰے ہی میں ادا کی۔ پھر وہ جناب علے الصباح مجمع کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہوئے اور قریش کا قاعدہ تھا کہ مزدلفہ (مشعر الحرام) ہی میں وقوف کرکے واپس ہوجایا کرتے تھے اور دُوسرے حاجیوں کو بھی مشعر سے آگے جانے کو منع کیا کرتے تھے۔ اُس سال بھی قریش کی آرزو یہی تھی کہ جہاں سے وہ واپس ہوتے ہیں وہیں سے اور لوگ بھی چلے آئیں۔ مگر جناب رسُولِ خدا مزدلفہ سے آگے بڑھ گئے کیونکہ خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۸ سطر ۶) اِس آیت میں اَلنَّاسُ سے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ اور اُن کے بعد والے جو اُنہی کی ملت پر تھے مراد ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ جس راہ سے یہ لوگ چلے اُسی راستہ سے مسلمانوں کو بھی چلنا چاہیئے) جب قریش نے دیکھا کہ جناب رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کا ہوج (مشعر سے) آگے بڑھ گیا تو اُنہیں رنج ہوُا۔ وہ تو یہی چاہتے تھے کہ تمام آدمی مشعر ہی سے چلے آئیں۔ پس آنحضرتؐ کی سواری وادی نمرہ میں جسے بطن عرفہ بھی کہتے ہیں پہنچی اراک (پیلو) کے درخت اُس جگہ بہت تھے۔ وہاں حضرتؐ کا خیمہ نصب کیا گیا۔ اور حاجیوں نے بھی اپنے اپنے تمبو۔ چادریں۔ ڈیرے۔ چھولداریاں تان لیں۔ زوالِ آفتاب کے وقت حضرتؐ برآمد ہوئے۔ قریش بھی ہمراہ تھے۔ آنحضرتؐ نے غسل فرما لیا تھا۔ اور تلبیہ بند کردیا تھا یہانتک کہ آپ نے مسجد میں توقف فرمایا۔ تمام آدمیوں کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ کسی بات کا حکم دیا۔ کسی کام کی ممانعت کی۔ پھر ایک اذان اور دو اقامتوں سے نمازِ ظہر و عصر ادا کی۔ پھر وہ جناب کوہِ عرفات پر پہنچے وہاں بھی تھوڑی دیر ٹھہرے رہے۔ لوگوں کی حالت یہ تھی کہ حضرتؐ کی سواری پر پلے پڑتے تھے تاکہ ناقہ کے پہلو میں ٹھہریں۔ آنحضرتؐ وہاں سے اپنا اُونٹ ہٹائے گئے۔ وہ بھی ساتھ ساتھ چل دیئے۔ پس حضرتؐ نے ارشاد فرمایا ایہا الناس! میرے ناقہ کے قریب ہی موقف نہیں ہے بلکہ یہ سارا میدان وہاں تک وقوف کی جگہ ہے۔ دستِ مبارک سے اشارہ کرکے بتادیا۔ یہ سُنکر وہ مجمع متفرق ہوگیا اور کچھ فاصلہ سے وہ لوگ ٹھہر گئے۔ مزدلفہ میں بھی یہی واقعہ ہوُا اسی طرح وقوف کی جگہ بتائی۔ پس جبکہ آفتاب غروب ہوگیا تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفات سے باطمینان روانہ ہوگئے۔ اُن کے ہمراہ سارے حاجی چل پڑے اور مزدلفہ یعنی مشعر الحرام میں آئے۔ وہاں پہنچ کے حضرتؐ نے نمازِ مغربین ایک اذان اور دو اقامتوں سے پڑھی۔ پھر صبح تک وہیں مقیم رہے۔ نمازِ صبح بھی اُسی جگہ ادا کی۔ اور بنی ہاشم میں سے کمزور و ناتوان آدمی دن نکلے سے پہلے ہی مشعر سے چلدیئے لیکن حضرتؐ نے اُن کو یہ حکم دے دیا تھا کہ طلوعِ آفتاب سے پیشتر جمرۂ عقبہ پر رمی نہ کریں (کنکریاں نہ ماریں)۔ پس جب آفتاب طلوع ہوگیا تو جناب رسُولِ خدا مشعر سے روانہ ہوکر منٰے میں تشریف لائے اور جمرۂ عقبہ پر رمی کی (سات کنکریاں ماریں) بعد اِس

کے آنحضرتؐ کے ہمراہ چونسٹھ یا چھیاسٹھ قربانیاں تھیں وہ آنحضرتؐ نے نحر کردیں اور چونتیس یا چھتیس اونٹ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام لائے تھے۔ یہ اُن جنابؑ نے نحر کئے۔ پھر حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم دیا کہ ہر ایک اُونٹ سے ایک ایک بوٹی لے کر ایک بڑی دیگ میں پکائیں۔ جب وہ گوشت تیار ہو گیا تو حضرتؐ نے بہمراہی جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام تناول فرمایا اور شوربا اُس کا پی لیا۔ اُن اُونٹوں کی کھالیں اور جھولیں اور قلادے (گلوبند) قصابوں کو نہیں دئے بلکہ محتاجوں پر تصدق کردئے۔ پھر حضرتؐ نے سر مبارک مُنڈوایا اِس کے بعد وہ جناب (طواف) زیارت کے لئے بیت اللہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے پھر منےٰ واپس آئے۔ اور تیرھویں ذی حجہ تک وہیں رہے۔ پھر آنحضرتؐ نے تینوں جمروں پر رمی فرمائی اور روانہ ہو کے بطحےٰ میں تشریف لے آئے۔ عائشہ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ حضور کی اور بیبیاں تو حج و عمرہ دونوں بجا لاچکیں۔ میں نے صرف حج ہی کیا۔ میں تو بغیر عمرہ کئے مدینہ واپس نہ جاؤں گی۔ پس حضرتؐ خود تو بطحےٰ میں مقیم رہے مگر عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو (جو عائشہ کا بڑا بھائی تھا) اُس کے ہمراہ وادیٔ تنعیم کو (جو مکہ سے تقریباً چار میل ہے) بھیجدیا۔ وہاں عائشہ نے عمرۂ (مفردہ) کا احرام باندھا اور مکہ میں آئی۔ اوّل خانۂ کعبہ کا طواف کیا پھر مقامِ ابراہیمؑ کے پاس دو رکعت نمازِ طواف پڑھی۔ پھر صفا اور مروہ کے مابین سعی کی۔ پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس آئی۔ اُسی دن اُن جنابؐ نے مدینہ کی طرف کوچ کردیا۔ نہ پھر مسجد الحرام میں گئے اور نہ طواف کیا۔ ابتداءً عقبۂ مدنیین سے آنحضرتؐ داخلِ مکہ ہوئے تھے۔ اور اب وادیٔ ذی طوےٰ کے راستہ سے جو مکہ کا نشیبی حصہ ہے بارادۂ روانگی باہر نِکلے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

تمام شُد